پاکستان میں بڑھتے ہوئے سیکولر رجحانات اسباب واثرات کا تجزیاتی مطالعہ

Analytical Study of Increasing Secular Trends: Causes and Effects in Pakistani Society

ڈاکٹر آسیہ شبیر*

ABSTRACT

In all Muslim societies, discussion about secularism has adopted vivid tussle of real life, which is affecting every field of life. Once, it used to be a trend and fashion of aristocracy in Pakistan, but now, it is knocking at the door of common man & new generation is becoming its victim.

Islam and secularism are two contradictory ideologies which cannot be patched up together. In every field of life, Islam demands complete submission to the 'revealed Hidayah' without infidelity. On the other hand, secularism has unveiled itself, letting go of any level of forbearance and tolerance for Islam. Even in Pakistan, a country with more than ninety percent Muslim population, secularism is challenging religious values, legitimacy and laws very boldly. Whether it is about Islamic rites and rituals, or rulings for family and social life, a matter of national dignity or Islamic concept of a Muslim ummah, interest prohibition in Islamic economic system or pre-requisition of integrity and trustworthiness in politics, the instigators of secular school of thought in Pakistan will always be at pursuit of Islamic ideology, attacking its every aspect. This poisoned atmosphere is catastrophic for young generation who will have the responsibility to protect this God gifted state in future. Pakistan was founded on the basis of *La ilaahaillallah.* Numerous Muslims sacrificed their lives, wealth and honor for it. The poisonous race belonging to secular school of thought is neither playing their role in achieving objectives of its establishment, nor its geographical protection.

This dissertation discusses the factors which are responsible for the current situation. The most important factor is negligence of our political leadership. Even after passing the Objectives Resolution, we could not mold our laws according to Islam. Second important factor is our educational syllabus. All over the world, secularism has been introduced into the system as well as educational syllabus but we could not give this place to Islam in our Islamic state. As a result, today, a secular generation has been seeded and nourished in our educational institutions. Third factor which can't be ignored is short sightedness of the Muslim scholars. The jurisprudential and sectarian differences which were no less than blessings

---

* ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور

and beauty of the religious diversity, have now become the basis of discord, opposition & dispersion. There are no efforts to make the public aware about the wisdom behind strategies of Islamic laws and their beneficial consequences. In this article, analytical study of factors and consequences of promulgation of secularism as well as probable solutions of the problems and recommendations are discussed.

Keywords: Secularism, Pakistan, causes, effects, Islamic ideology, educational system, Objectives Resolution, clergy role.

دنیا بھر کے مسلم معاشروں میں سیکولرازم، آج صرف نظری بحثوں کا موضوع نہیں رہ گیا، بلکہ حقیقی زندگی کی واضح کشمکش کا عنوان بن چکا ہے۔ پاکستان میں کبھی یہ صرف مغربی تہذیب وثقافت سے متاثر اشرافیہ (Eliteclass) کا رجحان اور فیشن تھا لیکن آج بوجوہ، یہ عام آدمی کے دروازے پر دستک دے رہا ہے اور نئی نسلوں کے دل ودماغ، دونوں کا شکار کر رہا ہے۔

حقیقت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو اسلام اور سیکولرازم، دو بالکل متضاد اور متحارب نظریات ہیں، جن کا ایک دوسرے میں پیوند لگانا ممکن نہیں ہے۔ اسلام اپنے پیروکاروں سے زندگی کے ہر شعبے میں، بلا شرکتِ غیرے، الہامی ہدایت کی پیروی کا مطالبہ کرتا ہے۔﴿اُدْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً﴾[۱] دوسری طرف سیکولرازم کے لغوی معنی ہوں یا اصطلاحی مفہوم، دین اور مذہب کو اجتماعی زندگی سے پوری طرح بے دخل کرنے کا مطالبہ پوری طرح موجود ہے۔[۲] اولاً مغربی معاشروں میں اور بعد ازاں مسلمانوں کے ہاں اس فکر کو رواداری، برداشت، وسعتِ ظرف اور تکثیریت (Pluralism) کے لبادوں میں چھپا کر پیش کیا گیا تھا لیکن آج، مشرق ومغرب میں سیکولرازم نے اپنے چہرے سے یہ نقاب الٹ دیا ہے۔ مغرب اپنے نام نہاد سیکولر معاشرے میں سکارف، حجاب اور کسی مسجد کی چھت پر ایک چھوٹے سے مینار کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔[۳] ادھر مملکتِ خداداد پاکستان میں سیکولر مغربی فکر کے خوشہ چین ہر دینی حکم، قدر اور روایت کو چیلنج کر رہے ہیں۔ نام نہاد "رواداری" برائے شعائرِ کفر اختیار کرنے کا یہ مطالبہ اس ملک میں کیا جا رہا ہے جہاں ۹۶ فی صد سے زیادہ مسلمان بستے ہیں اور pew ریسرچ سنٹر کی رپورٹ کے مطابق ان میں سے ۸۴ فی صد آج بھی اسلامی شریعت کے نفاذ کے خواہاں ہیں۔[۴]

اس ملک میں ابتدا ہی سے سیکولرازم کے حامی اقلیت میں رہے، لیکن یہ اقلیت کلیدی مناصب اور ابلاغی مصادر پر قابض ہونے کی وجہ سے پاکستان کی پوری تاریخ میں بڑی بے باکی کے ساتھ ہر دینی تصور کے درپے رہی ہے۔ آج اس کے فکری حملوں میں نہ صرف شدت آئی ہے بلکہ عمومی معاملات میں بھی "شدت پسندی" کا رجحان بڑا واضح اور نمایاں ہوتا جا رہا ہے۔ شعائرِ دین اسلام ہوں یا خاندانی زندگی کے دینی ضابطے، امت کا اسلامی تصور ہو یا ملی غیرت ووقار کی بات، اسلام کے نظامِ معیشت میں سود کی حرمت ہو یا سیاسی مناصب کے لیے امانت ودیانت کے دینی

---

(۱) سورۃ البقرۃ:۲۰۸

(2) www.collinsidictionary.com/dictionary/english/secularism

(۳) اس معاملے پر بحث تو عرصے سے جاری تھی، لیکن ۲۰۰۳ء سے کئی مغربی ممالک میں باقاعدہ حجاب اور اسلامی شعائر کے خلاف قانون سازیوں کا بھی آغاز ہو چکا ہے۔

Burqa bans, headscarves and veils: A time line of legislation in the west.www.theguardian.com

(4) www.pewresearch.org.//fact tank/2017/05/26/muslims.and.islam.key.findings.in.the.US.and.around.the.world

تقاضے، سیکولرازم کے پاکستانی داعی پورے معاشرے کو دین کے حوالے سے چیلنج کرنے کے لیے ہر محاذ پر سرگرم عمل ہیں۔ یہ کسی ادارے میں بیٹھے ہوں، یا سوشل، پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا پر، ہر جگہ جارحانہ انداز میں اپنی فکر عوام الناس پر زبردستی مسلط کرنے کے لیے ہر لمحہ مستعد رہتے ہیں۔ پاکستان کی انگریزی صحافت شروع سے ہی اس فکر کی سرپرستی اور ترویج کے لیے شہرت رکھتی تھی۔ وہاں آج بھی سیکولرازم کے فرغ کے لیے کھل کر بحث ہوتی ہے اور اس حوالے سے خبریں، تبصرے اور تجزیے مستقل موضوعات کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ایسی تحریروں پر تبصرے کرنے والے ان کے متبعین مشورے دیتے ہیں کہ:

> "Please try to print it in urdu and other local languages for the masses"(1)

یہ انگریزی خوان شاید یہ نہیں جانتے کہ اردو صحافت کا بھی آج یہی رنگ ورخ ہے۔ ہر کالم کا موضوع یہ ہے کہ ہماری پس ماندگی کی اصل وجہ فرسودہ اور "چودہ سو سال پرانے" مذہبی تصورات سے چمٹے رہنا ہے اور ترقی کی راہ کا پہلا قدم سیکولرازم کا جی جان سے نفاذ ہے یہ جو ہم آدھے ادھورے سیکولر نظام کے تحت اس ملک کا کاروبار چلا رہے ہیں، اس سے کام نہیں بن رہا۔

نسل نو کی ذہنی تخریب

آج کی نئی نسل کا زیادہ وقت یا تو تعلیم گاہوں میں گزرتا ہے، یا میڈیا کی رفاقت میں۔ ان دونوں اداروں کی طرف سے ان کی جو ذہن سازی کی جارہی ہے، کسی صاحب نظر سے پوشیدہ نہیں ہے۔ یہی وہ بچے ہیں جنھیں آگے چل کر اس ملک کی باگ ڈور سنبھالنا ہے۔ وہ نسل، جو نہ تو ریاست کے بنیادی نظریے سے واقف ہو، نہ اس کی خاطر دی جانے والی قربانیوں کی قدر وقیمت کا کوئی احساس رکھتی ہو، اس سے کیا توقع رکھی جاسکتی ہے کہ وہ اس ملک کے قیام کے مقاصد کے حصول میں، اور حتی کہ جغرافیائی سرحدوں کے تحفظ اور پاسبانی میں کوئی کردار ادا کر سکے گی۔ اب تو اس بات کا بھی اہتمام کیا جارہا ہے کہ ہم اپنے بچوں کو تعلیم نہ دیں کہ پاکستان کی بنیاد "لا الہ الا اللہ" کے نعرے پر رکھی گئی تھی۔ اسلامیات اور مطالعہ پاکستان کے نصابات اسی وجہ سے اندرونی سیکولرز اور بیرونی دشمنوں کے پراپیگنڈے اور ریشہ دوانیوں کا ہدف بنے ہوئے ہیں۔ اس طرح قائدین تحریک پاکستان، خاص طور پر علامہ اقبال اور قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہما کو سیکولر ثابت کرنے کے لیے ان کے اقوال و فرمودات کو توڑ موڑ کر، ان کی تعبیریں کی جارہی ہے گویا ان کے نزدیک پاکستان کے مطالبے کا مقصد اسلامی نظام حیات کے مطابق زندگی گزارنے کے لیے مسلمانوں کو مواقع فراہم کرنا اور سہولت دینا نہیں تھا، بلکہ محض ایک "نیشن سٹیٹ" کا قیام اور اقتصادی مواقع کا حصول تھا، دو قومی نظریے کی کہانی بعد میں گھڑی گئی ہے۔

---

(1) https://www.dawn.com/news.1334995#comments

مطالبۂ پاکستان کا جواز اور قائد و اقبال کے افکار

حقیقت یہ ہے کہ مطالبۂ پاکستان کا کوئی جواز اور مسلمانوں کے علیحدہ قوم تسلیم کیے جانے کے اصرار کی اسلام کے سوا کوئی اور دلیل تھی ہی نہیں۔ ہندو اس بات پر مُصر تھے کہ مسلمان ہندوستانی قوم کا ایک حصہ ہیں رنگ، نسل اور جغرافیے، ہر اعتبار سے -- درپردہ مقصود و مطلوب یہ تھا کہ مسلمان اقلیت بن کر رہنا قبول کرلیں۔ جبکہ برصغیر میں مسلمانوں کی پوری تاریخ اس پر گواہ تھی کہ یہاں ہندوؤں کے ساتھ مل جل کر رہنے کے باوجود، مسلمان اپنی الگ دینی شناخت اور تہذیب پر ہمیشہ قائم رہے۔ ہندو مذہب جو "اکال الامم" کہلاتا ہے۔[1] نہ صرف مسلمانوں کو اپنے اندر جذب نہ کر سکا، بلکہ اس کی اپنی آبادیوں کے ہر طبقے سے لوگ اسلام کے دامن رحمت میں پناہ لیتے رہے۔ اس کے لیے ماضی میں بھگتی اور سنگھٹن کی تحریکیں چلتی رہیں اور آج کے ہندوستان میں بھی "گھر واپسی" کے نام سے مسلمانوں کو ہندو دھرم میں لوٹ جانے کے لیے ترغیب و ترہیب جاری ہے۔

اسی طرح قائد اعظم اور علامہ اقبال کو لبرل اور سیکولر ثابت کرنا بھی آج کے پاکستان کا "فیشن" بن چکا ہے۔ خوش قسمتی یہ ہے کہ ان دونوں قائدین تحریک پاکستان کی ہر تقریر، تحریر اور بیان محفوظ ہے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ وہ شخصیت ہیں جنھوں نے، تحریک پاکستان کے نامور محقق خواجہ رضی حیدر کے بقول، کسی سیاسی پلیٹ فارم پر پہلی مرتبہ ایک علیحدہ ملک کی تجویز پیش کی تھی[2] واضح رہے کہ ۱۹۳۰ میں خطبہ الہ آباد آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں پیش کیا گیا تھا۔ پاکستانی سیکولر خواتین و حضرات علامہ اقبال کو سیکولر ثابت کرنے کے لیے ان کے ان اشعار اور نثری تحریروں کو پیش کرتے ہیں جس میں انھوں نے "ملّا" اور "ملّائیت" پر تنقید کی ہے۔ سیاق کلام کو سامنے رکھا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ اقبال کی یہ تنقید مذہبی جمود کے خلاف ہے، مذہب اور اسلام کے خلاف نہیں۔ اسلام ان کے خیال میں زندگی کے نہ صرف فکری اور اخلاقی، بلکہ ہر طرح کے عملی مسائل کا یقینی حل پیش کرتا ہے۔ خطبہ الہ آباد میں اقبال نے واضح کیا کہ یہ ان کی سوچی سمجھی رائے ہے جو برسوں کے غور و فکر کے بعد اُنہوں نے قائم کی ہے۔ خطبے کے آغاز ہی میں فرماتے ہیں:

> "I have given the best part of my life to a careful study of Islam, its law and polity, its history and its literature. This constant contact with the spirit of Islam as it unfolds itself in

---

(۱) شاہنواز فاروقی، "برصغیر کی ملت اسلامیہ کی تاریخ کا سنگ میل" ہفت روزہ فرائیڈے سپیشل، کراچی، ۲۲ تا ۲۸ مارچ ۲۰۱۹، جلد: ۲۹، شمارہ: ۱۲، ص: ۲۴

(۲) انٹرویو خواجہ رضی حیدر، ہفت روزہ فرائیڈے سپیشل کراچی، ۲۲ تا ۲۸ فروری ۲۰۱۹، جلد: ۲۹، شمارہ: ۸، ص: ۲۹

time, has, I think given me a kind of insight into its significance as a world fact."(1)

صرف خطبہ الہ آباد کو ہی اول سے آخر تک پڑھ جایئے، اقبال کہیں سے بھی سیکولر معلوم نہیں ہوتے، بلکہ "کٹر مسلمان" ظر آتے ہیں۔ پورے خطبے کی روح یہی ہے کہ اس خطے کے مسلمان، اسلام کی وجہ سے ایک امت اور قوم ہیں۔ ان کے سیاسی، تہذیبی اور اخلاقی و معاشی مسائل کا حل ایک الگ قومی ریاست میں ہے جس کی بنیاد نظریاتی ہو گی، رنگ نسل اور جغرافیہ نہیں۔ اقبال نے یہ پیغام صرف مسلم لیگ کے اجلاس میں زعماء کو ہی نہیں دیا بلکہ اپنی شاعری میں عام آدمی کو بھی دیا۔ مثلاً فرماتے ہیں:

اپنی ملت پر قیاس قوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی
اُن کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار
قوت مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تیری (۲)

ملت اسلامیہ کی نظریاتی بنیاد کے حوالے سے اقبال اتنے حساس تھے کہ مولانا حسین احمد مدنی کے دینی منصب و مقام کے باوجود، ان پر شدید ترین تنقید کی کہ وہ وطن کو قومیت کی اساس تسلیم کر رہے ہیں۔

عجم ہنوز نہ داند رموز دیں ورنہ
ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است
سرود بز سر منبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبر از مقام محمد عربی است (۳)

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے الہ آباد کے خطبے میں سیکولرازم کے بنیادی تصور، یعنی دین و سیاست کی لاتعلقی پر شدید تنقید بھی ملتی ہے۔ اقبال رحمۃ اللہ علیہ واضح کرتے ہیں:

"In Islam, God and the universe, spirit and matter, church and state are organic to each other…to Islam, matter is spirit, realizing itself in space and time"(4)

---

(1) Latif Ahmad Sherwani,speeches, writings and statement of Iqbal, academy, Pakistan 2015, p 3

(۲) علامہ محمد اقبال، کلیات اقبال، الفیصل پبلشرز، لاہور، ۱۹۹۵، ص:۱۹۴

(۳) علامہ محمد اقبال، کلیات اقبال، ص:۱۹۴

(4) Speeches writings and statement of Iqbal, 5

انھوں نے اسلام پر اپنے ایمان کامل کا اظہار کرتے ہوئے یہ وضاحت ضروری بھی سمجھی کہ اسلام کا مطلب دینی وروحانی معاملات بھی ہیں اور دنیاوی بھی انفرادی بھی اور اجتماعی بھی۔۔ گویا وہ اسلام اور لادینیت میں فرق بالکل واضح کرتے جارہے تھے:

> "o address this session of the All- India Muslim League, you have selected a man who is not despaired of Islam as a living force for freeing the outlook of man from its geographical limitations, who believes that religion is a power of the utmost importance in the life of individuals as well as states and finally who believes that Islam is itself Destiny and will not suffer a destiny"(1)

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے آگے چل کر بہت سے سوالات بھی اٹھائے تھے۔ بڑے کھرے، سیدھے اور براہ راست، مثلاً انھوں نے پوچھا کہ کیا مذہب ذاتی معاملہ ہے یا محض اخلاقی؟ اور کیا آپ اس کو بطور اخلاقیات قبول کرتے اور بحیثیت ریاستی پالیسی رڈ کر سکتے ہیں۔ ان قومی ریاستوں کی طرح، جہاں مذہب کو ریاستی معاملات میں دخل دینے کی اجازت نہیں ہوتی؟ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی واضح کیا کہ اسلام کا مذہبی اور معاشرتی نظام لازم وملزوم ہیں، ایک کے ترک کرنے سے دوسرا بھی جائے گا۔ اسی چیز کو بنیاد بناتے ہوئے علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے مطالبۂ پاکستان پیش کیا تھا کہ اسلام کے تمدنی حیثیت میں باقی رہنے کے لیے بھی اسے ایک سرزمین اور ایک علاقہ درکار ہے۔

> "The life of Islam as a cultural force in the country largely depends on its centralization in a specified territory"(2)

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ اسلام کو انسانوں کے اقتصادی مسائل کا حل بھی سمجھتے تھے، اس بات کا ذکر انھوں نے خطبہ الہ آباد میں بھی کیا، اور قائد اعظم کے نام ایک خط میں بھی لکھا کہ اس کے لیے ایک ایسی خود مختار ریاست ضروری ہے جس میں اسلام کا قانون، یعنی شریعت نافذ ہو۔(۳)

ہر معاملے میں اسلام کے لیے رطب اللسان یہ علامہ اقبالؒ ہیں، جن کے بارے میں نئی نسلوں کو سمجھایا جا رہا ہے کہ سیکولر ہیں۔

اسی طرح قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے افکار و نظریات اور بیانات کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ صرف ۱۹۴۰ سے ۱۹۴۷ کے دوران، انھوں نے اپنی نوے سے زائد تقاریر میں مسلم عوام کو پاکستان کے "اسلامی ملک" ہونے کی

---

(1) Ibid, 6
(2) Speeches, writings and statements of Iqbal, p.13
(۳) علامہ اقبال کا ایک خط بنام قائد اعظم، ۲۸ مئی، ۱۹۳۷
G. Allana, Pakistan Movement, Historical Documents, University of Karachi, 1969, p:129 - 133

یقین دہانی کروائی۔[۱] مسلم لیگ کے قائد اعظم کی قیادت میں ہونے والے ۱۹۴۳ کے اجلاس میں انھوں نے باقاعدہ ایک پلاننگ کمیٹی تشکیل دی جس کا مقصد یہ تھا کہ مجوزہ پاکستان کے لیے خالص اسلامی نقطہ نظر سے معاشرتی، تعلیمی، معاشی اور سیاسی نظام عمل مرتب کرے۔[۲]

۱۹۴۴ میں قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے تحریک پاکستان میں سرگرم مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے کارکنوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ پاکستان ایسی مسلم ریاست ہوگی، جو مسلمانوں کی عظمت رفتہ کو واپس لائے گی۔[۳]

جنوری ۱۹۴۸ میں کراچی بار ایسوسی ایشن میں وکلا سے خطاب کے دوران قائد اعظم نے واضح کیا کہ یہ صرف پراپیگنڈا ہے کہ پاکستان کا دستور شریعت اسلامی کے مطابق نہیں ہوگا۔ قائد اعظم نے فرمایا کہ یہ دستور شریعت کے مطابق ہوگا اور ہم دنیا کو یہ دکھائیں گے۔

> "Quaid-i- Azam, speaking at a reception… by the Bar Association, Karachi said that he could not understand the section of the people who deliberately wanted to create mischief and made propaganda that the constitution of Pakistan would not be made on the basis of shariat. The Quaid said "Islamic principles today are as applicable to life as they were thirteen hundred years ago." He said that he would like to tell those who are misled… "Some are misled by propaganda…Islam and its idealism has taught democracy. Islam has taught equality, justice and fair play to everybody. What reason is there for anyone to fear democracy, equality and freedom on the highest standard of integrity and on the basis of fairplay and justice for everybody…. Let us make it (the future constitution of Pakistan) we shall make it and show it to the world"[4]

> "جولائی ۱۹۴۸ میں سٹیٹ بینک آف پاکستان کے افتتاح کے موقع پر قائد اعظم نے فرمایا کہ میں شوق اور دلچسپی سے معلوم کرتا رہوں گا کہ بینک کی مجلسِ تحقیق کیونکر ایسے طریقے وضع اور اختیار کرتی ہے جو معاشرتی اور اقتصادی زندگی کے اسلامی تصورات کے مطابق ہوں کیونکہ

---

(۱) طارق جان، سیکولرازم مباحث اور مغالطے، منشورات، لاہور، ۲۰۱۲، ص:۳۲۶

(2) Speeches, statements and messages of the Quaid-i-Azam, edited by Khurshid Ahmad Khan Yousafi, BazmeIqbal, Lahore 1996, 3/1803

(۳) قائد اعظم، تقاریر اور بیانات، ترتیب: اقبال احمد صدیقی، بزم اقبال، لاہور، ۱۹۹۸، ۳/۲۸۰، ۲۸۱

(4) Speeches and Writings of Mr. Jinnah , edited by Jameel-ud-Din Ahmad, Sang-e-Meel Publications Lahore, 1989, 2/125

مغرب کے معاشی نظام نے انسان کے لیے مسائل پیدا کر دیے ہیں۔ انھوں نے تقاضا کیا کہ بینک کا شعبہ تحقیق "اسلامی تعلیمات پر مبنی مثالی معاشی نظام دنیا کے سامنے پیش کرے جو حقیقی اسلامی تصورات پر قائم ہو" [1]

مندرجہ بالا سطور میں قائد اعظم اور علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہما کے افکار و بیانات کی روشنی میں واضح ہے کہ پاکستان میں سیکولرازم کے فروغ کے لیے کوشاں اور ہر ابلاغی محاذ پر سرگرمِ عمل افراد کس طرح قوم کو ہر روز دھوکہ دینے میں مصروف ہیں۔ تحریک پاکستان سے واقف افراد تو ان کے دامِ ہمرنگ زمین کا شکار نہیں ہوتے، لیکن نئی نسلیں، جن کے نصاب ان کی خاطر خواہ رہنمائی کر رہے ہیں، نہ کسی اور ذریعے سے انھیں نظریہ پاکستان اور تحریک پاکستان سے واقف کروایا گیا ہے، ان کا آسان ہدف ہیں۔ یہ اس ملک کے ساتھ بھی زیادتی ہے اور نسل نو کے ساتھ بھی۔

اس وقت شاید اعداد و شمار کی صورت میں پاکستان میں سیکولر فکر کے متاثرین کی تعداد کو پیش کرنا ممکن نہ ہو، لیکن جو لوگ اعلیٰ تعلیمی اداروں میں بیٹھے ہیں اور نوجوان طلبہ و طالبات سے براہ راست تعلق میں ہیں، بخوبی واقف ہیں کہ یہ مسموم افکار نوجوان نسل میں کس تیزی سے نفوذ حاصل کرتے جا رہے ہیں۔ اسلامی معاشرے کے مسلمہ امور اور اقدار و روایات پر سوالات اور بحث کے دروازے کھلتے جا رہے ہیں۔ عقائد اور تعلیمات دین کے حوالے سے تشکیک کا زہر سرایت کرتا جا رہا ہے۔ تشکیک (Skepticism) حقیقت میں سیکولرازم کا پہلا مورچہ ہے۔ اس کی تعریف ہی یہ ہے:

"The theory that certain knowledge is impossible"[2]

اس کے مقابلے میں مذہب کی بنیاد یقین پر ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول نقل کرتے ہیں:

"اليقين الايمان كله"[۳]

تشکیک، بے یقینی اور مذہبی اصولوں اور اقدار روایات سے بے اعتنائی کے نتیجے میں اخلاقی بگاڑ روز افزوں ہے۔ خواتین ڈاکٹروں (Gynacologist) سے ملیں یا ماہرین نفسیات سے، اعداد و شمار پریشان کن ہیں۔ لاہور کے ایک بڑے سرکاری ہسپتال میں اٹھائیس سال سے خدمات سرانجام دینے والی ایک خاتون ماہر نفسیات نے ایک سیمینار کے شرکاء کو بتایا کہ اس وقت، اس شہر میں جتنا بڑا اور جتنا مہنگا تعلیمی ادارہ ہے، اتنے ہی وہاں کے طلبہ و طالبات کے نفسیاتی و اخلاقی مسائل، منشیات کے استعمال اور اقدام خودکشی کے معاملات سامنے آ رہے ہیں۔ خواتین ڈاکٹر مخلوط

(1) Speeches, Statements and Messages of Quaid-i-Azam , 4/2787

(2) https://en.oxforddictionaries .com/definition/skepticism

(۳) بخاری، صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب قول النبی بنی الاسلام علی خمس، مکتبہ دارالسلام، ریاض، ۱۹۹۹، ص:۵

تعلیمی اداروں میں اخلاقی بگاڑ سے پیدا ہونے والے کم عمر لڑکیوں کے عجیب مسائل کا ذکر کرتی ہیں۔ یہ دین سے دوری کی بنا پر پیدا ہونے والے فساد کی صورت حال ہے، جبکہ فصل ابھی تیاری کے مرحلے میں ہے۔

قیاس کن از گلستان من بہار مرا

ظاہر ہے، ان حالات تک ہم ایک دن میں نہیں پہنچے۔ ہماری ستّر سالہ تاریخ کی غلطیاں اور غفلت اس کا سبب ہیں۔ سبھی اسباب کا تذکرہ ممکن نہیں، لیکن تین اہم اسباب پر اس محدود مطالعے میں کچھ معروضات پیش کی جائیں گی۔

پاکستان میں سیکولرازم کا فروغ اور ملکی سیاست کا کردار

مملکت خداداد پاکستان کی یہ بہت بڑی خوش نصیبی تھی کہ قیام پاکستان کے مقاصد اول روز سے ہی، عوام وخواص، سب کے ذہنوں میں واضح اور متعین تھے۔ قیام پاکستان سے پہلے ۱۹۴۳ء کے مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں ایک پلاننگ کمیٹی بنادی گئی تھی، جس کے ذمے تھا کہ وہ "پاکستان کے لیے خالص اسلامی نقطہ نظر سے معاشرتی، تعلیمی، معاشی اور سیاسی نظام مرتب کرے"۔ قیام پاکستان کے فوراً بعد جب ملکی نظام گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء میں جزوی ترامیم کے ساتھ چلایا جارہا تھا، مارچ ۱۹۴۹ء میں کسی مکمل آئین کی تیاری سے پہلے، رہنما اصولوں پر مشتمل ایک قرارداد منظور ہوئی۔ اس قراردادِ مقاصد کا منظور ہونا اس ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کے حوالے سے ایک بہت بڑی پیش رفت تھی۔ اگرچہ آج یہ قرارداد مقاصد بھی سیکولر گروپوں کے نشانے پر ہے اور اس کے آئین میں موجود رکھنے اور نہ رکھنے کے حوالے سے بھی قوم کو تقسیم کرنے کی کوششیں جاری ہیں[1] ایسے میں ملکی سیاسی قیادتوں کے لیے یہ بڑا آسان معاملہ تھا کہ جب پالیسی اصولوں کی صورت میں بھی لائحہ عمل طے کر دیا گیا ہے اور عوام کی اکثریت بھی ملک میں اسلام کے نفاذ کی خواہاں ہے، تو اس کے لیے قانون سازی اور عمل درآمد کی کوششیں شروع کر دی جاتیں۔ یوں مملکت خداداد پاکستان بھی نبی کریم ﷺ کے اسوے، اقبال اور قائد کی خواہشات اور قوم کی امنگوں کے مطابق، پوری دنیا کے لیے مثالی اسلامی ریاست بنتی۔

نبی کریم ﷺ نے جب مدینہ میں اسلامی ریاست قائم فرمائی، تو اس نے پوری دنیا کے سامنے اسلامی نظام حیات کی برکتوں کو کھول کر رکھ دیا تھا۔ روم وایران کی متمدن قومیں مفتوح ہوئیں، ان کا قبول اسلام اگر جبری نہیں تھا، تو اس کے پیچھے اسلام کے عادلانہ نظام کی شہرت بھی تھی۔ مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ اس حوالے سے لکھتے ہیں:

> "جب مدینے میں اسلام کا چھوٹا سا اسٹیٹ قائم ہوا جس میں اسلام کے انتظامی، تعلیمی، عدالتی، معاشی، معاشرتی، مالی، جنگی اور بین الاقوامی پالیسی کا ایک ایک پہلو واضح ہوا، ہر شعبہ زندگی کے

---

(۱) طارق جان، سیکولرازم مباحث اور مغالطے، ص: ۳۸۱-۵۳۹۰

لیے اصول بنے، ان اصولوں کو عملی حالات پر منطبق کیا گیا، اس خاص طرز پر کام کرنے والے کارکن تعلیم، تربیت اور عملی تجربے سے تیار کیے گئے۔۔۔ ان لوگوں نے اسلام کی حکمرانی کا ایسا نمونہ پیش کیا کہ آٹھ سال کی مختصر مدت میں مدینہ جیسے ایک چھوٹے سے قصبے کا اسٹیٹ، پورے عرب کی سلطنت میں تبدیل ہو گیا۔ جوں جوں لوگ اسلام کو اس کی عملی صورت میں، اور اس کے نتائج کو محسوس شکل میں دیکھتے تھے، خود بخود اس بات کے قائل ہوتے جاتے تھے کہ فی الواقع انسانیت اسی کا نام ہے اور انسانی فلاح اسی چیز میں ہے"۔(۱)

پاکستان میں المیہ یہ ہوا کہ جو لوگ یہاں مسند اقتدار پر متمکن رہے، الا ماشاءاللہ، نفاذ اسلام کے لیے قانون سازی ان کی ترجیحات میں کبھی شامل نہیں رہی۔ حکمرانوں کی اکثریت بنیادی فرائض دین کی تعلیم تک سے نابلد اور ان کی ادائیگی سے گریزاں رہی اور بسا اوقات منکرات و فواحش اور کبائر میں خود بھی مبتلا اور ان کی سرپرست بنی رہی۔ حالانکہ اسلامی تعلیمات کے مطابق سیاسی مناصب حقیقت میں دینی مناصب ہیں اور اسلامی سیاست کا بنیادی نکتہ دنیاوی معاملات کے نظم ونسق کے ساتھ ساتھ، دین کی حفاظت اور قیام بھی تھا۔ اسلامی نظام سیاست پر شہرہ آفاق کتاب "الاحکام السطانیہ" کے مصنف، امام ماوردی لکھتے ہیں:

"الامامة موضوعة لخلافة النبوة فی حراسة الدین وسیاسة الدنیا"(۲)

دین اور سیاست، دونوں میدانوں میں ہماری حکومتیں بری طرح ناکام ثابت ہوئی ہیں۔ جو سیاسی نظام "گورے آقاؤں" نے یہاں چھوڑا تھا اپنی پوری روح کے ساتھ آج بھی جاری و ساری ہے۔ بالا دست طبقات نہ صرف سیاست بلکہ پورے ملکی وسائل پر قابض ہیں اور عوام الناس ذلیل و محکوم۔ اس کے لیے ملکی معاملات کے چند اہم پہلوؤں کو دیکھنا بھی کافی ہو گا کہ ملکی انتظام چلانے والوں نے کسی ایک نظام کو بھی درست نہیں کیا۔

مثلاً معاشی نظام کو دیکھیں، تو قائد نے "مثالی معاشی نظام" کی تیاری کی خواہش اور تمنا ظاہر کی تھی۔ نہ وہ تیار ہو سکا، نہ نافذ ہو سکا۔ آج نتیجہ یہ ہے کہ ملک کی نصف سے کچھ ہی کم آبادی خطِ غربت سے نیچے زندگی گزار رہی ہے۔ بھوک کے عالمی جائزوں میں ہم دنیا میں گیارھویں نمبر پر ہیں۔(۳) کم خوراکی کی وجہ سے زچگی میں ماؤں اور پانچ سال سے کم عمر بچوں میں قابل علاج امراض سے مرنے والے بچوں کی اموات کے اعداد و شمار تشویش ناک ہیں۔(۴) فی صد

---

(۱) مودودی، سید ابوالاعلی، سیرت سرور عالم، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور ۲۰۱۳، ۳/۳۷۸

(۲) ماوردی، محمد بن حبیب، الاحکام السلطانیہ، دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۹۹۹، ص:۲۹

(3) world peace foundation Bonn/Washington DC/Dublin, 2015, p.18

(4) UNICEF, Pakistan Annual Report 2013, UNICEF, Pakistan 2013 p.17

سے زائد آبادی کو پینے کا صاف پانی میسر نہیں۔ (۱) فی صد آبادی کی خوراک ناکافی ہے اور وجہ خوراک کی عدم دستیابی نہیں بلکہ وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم ہے۔ (۲) سود کی لعنت معیشت کی تباہی کی بڑی وجہ ہے اور اس سودی نظام کو پورا ریاستی تحفظ حاصل ہے۔ حکومتی سطح پر ہی نہیں، گلی محلوں کی سطح پر یہ کاروبار روز افزوں ہے۔ ادارہ "اخوت" کی چھاپی گئی کتاب میں لکھی گھریلو سود کے ہاتھوں عام آدمی کی تباہی کی ہوش ربا تفصیلات ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ (۳)

سرکاری بینک الگ سے عام لوگوں کو سودی قرضے جاری کرتے ہیں۔ ہوم فنانسنگ، کار فنانسنگ، تعلیم فنانسنگ وغیرہ، ایسے میں یہ المیہ نہیں کہ سودی نظام کے خاتمے کے کسی متوقع فیصلے کے خلاف حکومت پاکستان نے اپیل دائر کر دی کہ ہم اس کے بغیر معیشت نہیں چلا سکیں گے۔ (۴) اور یہ معاملہ برسوں سے زیر التوا ہے۔

معاشرتی نظام کو اسلام کے سانچے میں ڈھالنا بھی قیام پاکستان کے مقاصد میں شامل تھا۔ جس کے لیے اسلام کے فوجداری قوانین کے نفاذ کی ضرورت تھی۔ حقائق اس معاملے کے بھی چشم کشا ہیں۔ قیام پاکستان کے بتیس سال بعد تک بدکرداری کوئی قانونی جرم نہیں تھا۔ (۵) ۱۹۷۹ میں حدود آرڈی ننس نافذ کیا گیا اور ہر پاکستانی کو معلوم ہے کہ سیکولر طبقے نے اس کے خلاف کیسی مہم چلائی۔ صرف صحافی نہیں، پورے میڈیا گروپ اسلام کے خلاف پراپیگنڈا کے لیے استعمال ہوئے۔ مغرب کو تو اسلام کے نفاذ سے مسئلہ تھا ہی، چنانچہ اہلِ علم گواہ ہیں کہ مغربی دنیا اور امریکہ کے سفارت خانوں کو مہم سونپی گئی کہ وہ ان قوانین کو منسوخ کروائیں۔ (۶)

آج ناموسِ رسالت اور قادیانیت کے بارے میں آئین اور قانون کو اسی طرح ہدف بنالیا گیا ہے۔ قادیانیت برصغیر میں کوئی نیا معاملہ نہیں ہے اور اس معاملے پر علماء میں کوئی اختلاف بھی موجود نہیں ہے۔ پاکستان کی پارلیمنٹ میں منظور کردہ "آئینی شق" جس میں قادیانیوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا گیا، کے خلاف پاکستانی سیکولرز کی بیرونی سرپرستی میں چلائی جانے والی اس مہم میں حکام بالا، حتیٰ کہ پارلیمنٹ کے اراکین تک ملوث ہیں۔ یہ آئینِ پاکستان کے ساتھ خیانت ہے۔ سیاسی پارٹیاں بیان کچھ اور دیتی ہیں، درون خانہ پالیسی اور طرز عمل کچھ اور ہے۔ اسی

---

(1) Pcrwr.gov.pk/water% 20 quality. Aspx; retrieved on 2-1-2017 PCRWR, Water quality: 1

(2) Statement Bank Annual report , 2011 – 2012 , p.27,28

(۳) پاکستان میں سودی قرضوں کے جال میں پھنسے غریب لوگوں کو سود کے چنگل سے نکالنے کے لیے مخیر حضرات نے ایک ادارہ "اخوت" کے نام سے قائم کیا ہے۔ اس ادارے نے "اخوت کا سفر" کے نام سے اپنی کارکردگی کے حوالے سے چند لوگوں کی روداد پر مشتمل کتاب شائع کی ہے جن کی اس ادارے کی وجہ سے سودی قرضوں سے گلو خلاصی ہو سکی۔ (ڈاکٹر محمد امجد ثاقب، اخوت کا سفر، ماورا بکس، لاہور، ۲۰۱۳)

(۴) انصار عباسی، "کس سے منصفی چاہیں"، روزنامہ جنگ، ۳۱ جولائی ۲۰۱۷، ص:۳

(۵) غازی، ڈاکٹر محمود احمد، خطبات کراچی، زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، کراچی، ۲۰۱۲ء، ص:۲۳

(۶) ایضاً، ص:۲۲۰

طرح قانون ناموس رسالت کے حوالے سے اقلیتوں کے حقوق کا واویلا مسلمان کریں یا خود اقلیتی گروہ، کہ یہ قوانین ان کے خلاف استعمال کیے جاتے ہیں، اس معاملے میں ناقابل فہم ہے۔ کیا اقلیتیں اس جرم کی خواہاں ہیں اور اس کے مرتکبین کے لیے رعایت کی طالب؟ اہم سوال یہ بھی ہے کہ دنیا بھر میں "جمہوریت" کے بنیادی تصور کے مطابق، قوانین اقلیت کی رائے کے مطابق بنائے جاتے ہیں یا اکثریت کی رائے پر؟ اور سب سے بڑھ کر سوال یہ بھی ہے کہ نصوص شریعت سے انحراف کی راہ اختیار کرنے کی کوئی "اسلامی جمہوریہ" مجاز بھی ہے یا نہیں؟

خواتین کے حقوق کے حوالے سے قانون سازی بھی سرکاری سطح پر اسلام کے ساتھ مذاق کی ایک مثال ہے۔ ۱۹۶۱ء کے عائلی قوانین، بعض شقوں پر علماء کرام کے تحفظات کے علی الرغم نافذ کیے گئے۔ آج بھی ان قوانین کی ایک شق بہت بڑے معاشرتی مسائل کا باعث بنتی ہے۔ یعنی دوسری شادی کے لیے پہلی بیوی کی اجازت کی شرط، جس کا سرٹیفیکیٹ ثالثی کونسل دے گی۔ عملاً خواتین "یہ اجازت" (جو شرعاً کوئی شرط نہیں ہے) نہ دیں تو طلاق کا سامنا کرتی ہیں یا گھریلو تشدد کا، اور بعض انتہائی صورتوں میں "اجازت نہ دینے پر شوہر نے قتل کر دیا" کی خبر اخبارات میں دیکھنے کو ملتی ہے۔ ایسے ہی بعض مسائل مختلف ادوار میں آنے والے تحفظ نسواں بل میں تھے۔ مثلاً ۲۰۱۶ کے گھریلو تشدد کے خلاف بل میں مردوں کو کڑا پہنانا، جیل بھیجنا وغیرہ، جس کی وجہ سے مسائل اور بھی بڑھنے کا امکان ہے، جیسا کہ گھر ٹوٹنا یا تشدد میں اضافہ۔ واضح رہے کہ اسلام ان جھگڑوں کو خانگی طور پر حل کرنے پر زور دیتا ہے۔ مملکت خداداد پاکستان کے کارپردازوں کو آج بھی یقین نہیں ہے کہ شریعت، آسمانی حکمت اور عدل کا کامل نمونہ ہے۔ شرعی قوانین سے آگے بڑھ کر، اقوام متحدہ اور بیجنگ کانفرنسوں کے ایجنڈے کے مطابق خواتین کے حق میں قانون سازی کی کوششیں الٹا خواتین کے مسائل میں اضافہ کرتی ہیں۔ علماء کرام کے ان قانون سازیوں پر اعتراض کو "اسلام کے خواتین سے امتیازی سلوک" اور "ملائیت" کے کھاتے میں ڈال کر سیکولر فکر کے حلقۂ خواتین میں نفوذ کے لیے سازگار ماحول مہیا کیا جاتا ہے۔ خواتین کی این جی اوز ایسے ہی معاملات پر احتجاج کے ذریعے ملکی قانون اور سیاست میں اثر انداز ہونے کے قابل ہوئی ہیں۔ مثلاً بائیں بازو کی ایک مشہور وکیل خاتون نے کہا کہ:

> "ہم حدود قوانین کو سرے سے ختم کروانے میں کامیاب نہیں ہو سکے لیکن وہ قوانین جو تسلیم شدہ تھے، ہماری کوششوں کے نتیجے میں متنازعہ ضرور بن گئے ہیں"(۱)

اس سال ۲۰۱۸ء میں خواتین کے عالمی دن کے موقع پر عجیب وغریب نعروں والے بینرز اور پلے کارڈ اٹھائے خواتین کے جلوس پاکستانی معاشرے کے سنجیدہ طبقے کے لیے رنج کا باعث بنے۔

---

(۱) ش فرخ، فصیلوں کے ادھر، مشعل پبلی کیشنز، لاہور، س ن، ص:۱۰۶

۱۹۷۳ء کے دستور کے ایک اور رہنما اصول کہ "حکومت اسلامی روایات کے فروغ کے لیے بھی کوشش کرے گی" کی پامالی بھی جابہ جا دیکھنے کو مل رہی ہے۔ آج تک بھی ذرائع ابلاغ کے لیے کوئی رہنما اصول متعین نہیں ہو سکے کہ ان کی حدود کار کیا ہیں۔ مثلاً فحاشی کی تعریف[1] اسی طرح پرائیویٹ چینلز کسی بھی ضابطے سے باہر ہیں۔ بے مہار میڈیا بھی سیکولر ازم کی ترویج کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ مغربی اور ہندو تہذیب اس میڈیا کے ذریعے ہی پاکستانی معاشرے میں نفوذ پذیر ہوئی ہے۔ ان چینلز پر مباحثے اور مذاکرے جاری رہتے ہیں جن کے موضوعات میں پاکستان کی اسلامی شناخت، قرار داد مقاصد، احکام دین، آئین کی اسلامی دفعات سبھی شامل ہیں اور ظاہر ہے سیکولر "مفکرین" ان Talk Shows کے مہمان خصوصی ہوتے ہیں۔ دنیا کی کسی جمہوریہ میں ملک کے بنیادی نظریے یعنی Matanarrative کے ساتھ اس کھلواڑ کی مثال نہیں ملتی۔

سیکولر افکار کا نفوذ بذریعہ تعلیم

دنیا بھر میں تعلیمی پالیسیاں حکومتی اور قومی سطح پر تشکیل دی جاتی ہیں۔ قومی نظریہ کوئی بھی ہو، اس کی ترویج اور تہذیب و تمدن کی حفاظت اور ترقی تعلیم کے ایک مربوط نظام ہی کے ذریعے ممکن ہے۔

قیام پاکستان سے پہلے بھی مسلمان کئی قسم کے تعلیمی تجربات کر رہے تھے مثلاً دیوبند، علی گڑھ، ندوہ اور جامعہ ملّیہ وغیرہ۔ تعلیم کی اہمیت کے احساس کے پیش نظر ۱۹۴۳ء میں مسلم لیگ کے اجلاس میں جو کمیٹی تشکیل دی گئی اس کا ایک فریضہ یہ بھی تھا کہ وہ مجوزہ مملکت کے لیے تعلیمی نظام کا خاکہ مرتب کرے۔ ۱۹۷۳ء کا دستور جو آج بھی نافذ ہے، اس کے رہنما اصولوں میں دو نکتے بڑی صراحت کے ساتھ تعلیمی نظام کا رخ متعین کرتے ہیں، لیکن افسوس ہے، اس حوالے سے ہم کامیاب نہیں ہو سکے۔ پالیسی اصولوں میں لکھا گیا کہ:

> "مسلمانان پاکستان کی زندگیوں کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لیے اقدامات کیے جائیں گے اور مواقع بہم پہنچائے جائیں گے کہ وہ قرآن وسنت کی روشنی میں زندگی کا مفہوم سمجھ سکیں۔۔۔اور (دوسرا نکتہ) حکومت یہ کوشش کرے گی کہ قرآن پاک اور اسلامیات کی تعلیم کو لازمی قرار دیا جائے"[۲]

ان اصولوں کو سامنے رکھ کر دیکھا جائے، تو اگرچہ اسلامیات کو شامل نصاب کیا گیا لیکن بارہ سالہ ہائر سیکنڈری ایجوکیشن کے دوران پورے سلیبس کی مختصر ترین کتاب یہی ہے۔ اس کے بعد **BS** کا مرحلہ ہے جہاں ہائر ایجوکیشن کمیشن نے کم از کم ایک سو چوبیس اور زیادہ سے زیادہ ایک سو چالیس کریڈٹ آور کی تعلیم ضروری قرار دی ہے۔[۳]

---

(1) Defining obscenity in Pakistan, Editorial: The Express Tribune , defining – obscenity. in. Pakistan, 28-08-2012 https://tribune.com.pk/story/426113

(۲) ڈاکٹر صفدر محمود، آئین پاکستان وضاحت، موازنہ اور تجزیہ، جنگ پبلشر، لاہور، ۱۹۹۶، ص:۵۶

(3) Hec.gov.pk>universities>Documents

اس چار سالہ تعلیم کے دورانیے میں اسلامیات کی تعلیم کے لیے صرف دو کریڈٹ آور مختص ہیں۔ ۱۹۹۰ء کی دہائی کے اواخر میں قرآن مجید کو نصاب کا حصہ بنانے کی کوششوں کا آغاز ہوا تھا، لیکن طاقتور اور موئثر لابیز نے اس کو چلنے نہیں دیا۔ ترجمہ ٔ قرآن مجید کا نصاب سکڑتے سکڑتے کم ترین سطح پر آچکا ہے۔ قرآن مجید کے ترجمے کو سمجھنے کے لیے عربی لازمی کی گئی، اس کے لیے نصابات تیار ہوئے لیکن اس کے خلاف پنجاب حکومت نے اپیل کی اور اس کی لازمی حیثیت کو عدالتی فیصلے کے ذریعے ختم کروادیا۔[1] دوسری طرف نئی نسلوں کو "قرآن و سنت کی روشنی میں زندگی کا مفہوم سمجھانے کے لیے جس نظام تعلیم کی ضرورت تھی، وہ کبھی نافذ نہیں ہو سکا۔ آج اس حوالے سے ہم انتہائی نازک اور خطرناک صورت حال سے دوچار ہیں۔ ایک رپورٹ کے مطابق اس وقت پاکستان کے چار میں سے تین بچے پرائیویٹ سکولوں میں جارہے ہیں۔[2] مشنری سکول، گرامر سکول، غیر ملکی نصاب کے تحت بیرون ملک امتحان دلوانے والے مہنگے پرائیویٹ سکول، سب کا جال پھیلا ہوا ہے۔ کچھ ادارے وہ بھی ہیں جو غیر ملکی امداد اور بعض تو دشمن ممالک کی بھاری سرمایہ کاری کے ساتھ چل رہے ہیں۔ سکولوں سے آگے بڑھ کر کالج اور یونیورسٹیاں بھی پرائیویٹ سیکٹر میں بن چکی ہیں روزگار کے میدان میں اور خاص طور پر کلیدی مناصب پر لاکھوں روپے فیس وصول کرنے والی ان مہنگی یونیورسٹیوں کے فارغ التحصیل طلبہ کی کھپت ہے۔ سنجیدہ اور محب وطن اہل فکر برسوں سے اس بات کی نشاندہی کر رہے ہیں کہ ملک کا عام طالب علم سخت محنت کے باوجود پیچھے دھکیلا جارہا ہے۔ وہ طبقہ، جو ملکی سیاست، معیشت اور انتظامیہ کی باگ ڈور سنبھالتا ہے، انھیں اداروں کی پیداوار ہے اور یہ ادارے اپنے نصاب اور نظام، دونوں کے حوالوں سے سیکولرازم کی نرسریاں بن چکے ہیں۔

ان اداروں کے نصاب کو دیکھا جائے تو وہ پورے کا پورا درآمد شدہ ہے۔ حتیٰ کہ اسلامیات کی کتب بھی باہر سے تیار شدہ آتی ہیں۔ اس نصاب میں مطالعہ ٔ پاکستان شامل ہی نہیں، بلکہ اس کی جگہ Social Studies کا کورس پڑھایا جاتا ہے، اور وہ بھی غیر ملکی مصنفین کا تحریر کردہ۔ کبھی ان کتابوں میں پاکستان کا غلط نقشہ چھاپ کر کشمیر کو ہندوستان کا حصہ دکھایا جاتا ہے اور کبھی مسلمانوں اور پاکستان کی تاریخ کے بارے میں غلط فہمیاں پیدا کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ پوری معاشرت اور تہذیب، جو ان کتابوں میں پیش کی جاتی ہے، مغربی ہے۔ لباس، کردار، رہن سہن، مشاغل، طرز زندگی، ناچ گانا، حتیٰ کہ گلیوں اور شہروں کے نام بھی۔۔۔ یہی کچھ پڑھتے ہوئے بچے جب بڑے ہوتے ہیں اور ان سکولوں کالجوں سے نکلتے ہیں تو پاکستانی معاشرہ اور دینی معاشرت، دونوں ان کے لیے اجنبی ہوتے ہیں۔ اس پر مستزاد ان اداروں کا ماحول ہے۔ اساتذہ کو دیکھا جائے یا طلبہ وطالبات کو لباس، طرز زندگی اور تقریبات سب مغربی رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔ کلاس روم کا ماحول ہو یا سوال اٹھانے اور اقدار کو چیلنج کرنے کی دعوت اور اس میں

---

(1) Daily Dawn, Sep , 19, 2018 (www.dawn.com)news 1433890

(۲) روزنامہ جنگ، لاہور، ۳۰ مئی ۲۰۱۷، ص:۳

مہارت۔۔۔۔دین و مذہب اور اسلامی اقدار وروایات عمومی طور پر اس نظام سے باہر کر دیے گئے ہیں۔ بے باکی (Boldness) اعلیٰ ترین قدر ہے اور اس کا شرمناک مظاہرہ ایسی ایک یونیورسٹی کی طالبات نے خواتین کے استعمال کی چیزوں کی دیواروں پر نمائش کے ذریعے کیا جسے بیرونی ذرائع ابلاغ نے بھی رپورٹ کیا۔[1] ان سکولوں کے بچے بڑے وافر فارن سکالرشپس حاصل کرتے ہیں۔ A level اور حتی کہ O level کے بعد بھی بیرون ملک کے لیے تعلیمی وظائف میسر ہیں۔ کراچی کی ایک نویں جماعت کی طالبہ، جو امریکہ میں سکول فائرنگ کا شکار ہوئی ایسے ہی ایک exchange program کے تحت وہاں پہنچی تھی۔ ان سکولوں کا کوئی بچہ A level کے بعد پاکستان میں تعلیم کے لیے تیار نہیں اگر اسے موقع مل جائے بیرون ملک جانے کا۔

ان حالات میں مملکت کا اسلامی نصب العین، حب الوطنی، نظریہ پاکستان، مثالی اسلامی ریاست، اسلامی معیشت کا مثالی نظام۔۔۔ یہ سب باتیں خواب ہیں اور از کار رفتہ۔۔۔ عقیدہ اور عبادات بے کار مشق ہیں اور زندگی کے مسائل کا حقیقی حل سیکولرازم۔۔۔ سوشل میڈیا پر گروپ بن رہے ہیں۔ ماہانہ، دوماہی اجلاس جاری ہیں، سکولوں کالجوں، حتی کہ گلیوں محلّوں میں دعوت دی جارہی ہے کہ سیکولرازم کی آواز کو اب دبانا ممکن نہیں ہوگا۔ لاہور کی ایک متوسط طبقے کی بستی میں بچوں نے پنسل سے کارٹون بنا کر گھروں میں پھینکے جن کا پیغام یہ تھا کہ اس ملک میں صرف اسلام کی تعریف کر کے زندہ رہا جاسکتا ہے، سیکولرازم اور Atheism کی بات کرنے والے کی چونچ کاٹ دی جاتی ہے، یعنی اسے بولنے کا حق نہیں دیا جاتا۔ چرچ، اس قبیل کے تعلیمی اداروں کے ساتھ مل کر مسلمان بچوں کے لیے Tolerance پر سیمنیار منعقد کروارہے ہیں۔ اساتذہ، حتی کہ بعض سرکاری یونیورسٹیوں کے بھی، اپنے لیکچرز میں سیکولر افکار بچوں کے ذہنوں میں انڈیل رہے ہیں، اور اس حوالے سے ملک کی اعلیٰ ترین سطحوں پر کوئی اضطراب ہے نہ پریشانی۔ تہذیبی راستے سے سیکولرازم کی طرف لے جانے والی ایسی صرف ایک سکول چین (School Chain) کے طلبہ وطالبات کی تعداد ان کی اپنی ویب سائیٹ کے مطابق ڈھائی سے پونے تین لاکھ ہے۔ گزشتہ سال سوشل میڈیا پر Bloggers کا جو فتنہ اٹھا، عالمی سطح پر ان کی تائید وحمایت ہوئی اور ان کی رہائی کے مطالبے، اور پھر حکومت کو انھیں رہا کرنا پڑا، ان میں سے بعض انھیں سکولوں کے "فارغ التحصیل" تھے۔ یہ قومی سطح پر تعلیم کے ذریعے سیکولرائزیشن کی پوری مہم ہے۔ اس کا ادراک اور تدارک نہ کیا گیا تو آنے والے آٹھ دس سالوں میں نمودار ہونے والے نتائج تباہ کن نظر آرہے ہیں۔

سیکولرازم کے سدِّباب میں علماء کرام کا کردار

(1) Breaking taboos: students of BNU Lahore cover a university wall with sanitary pads. http://www.indiatoday.in>story

پاکستان میں دینی روایات کے تحفظ، مساجد کی آبادکاری اور عبادت کی حد تک تعلیم وتذکیر کا اہتمام کرنے میں دینی مدارس اور علماء کی خدمات بہت نمایاں ہیں۔ یہ اعتراف بھی بے جانہ ہوگا کہ دعوت وتبلیغ کی سرگرمیوں میں دینی جماعتوں کا اہم کردار ہے، جن میں سے بعض اب خدمت خلق کے معاملات میں بھی ملکی سطح پر بھی سامنے آئی ہیں۔ ان دینی جماعتوں کو کارکن مساجد اور مدارس سے حاصل ہوتے ہیں۔ ان خدمات کے اعتراف کے باوجود دین سے دلچسپی اور تعلق رکھنے والے ہر پاکستانی کے لیے یہ حقیقت بڑی تلخ اور المناک ہے کہ پاکستان میں سیکولرازم کے فروغ میں بڑا کردار، اہل دین ومذہب کا بھی ہے براہ راست نہ سہی بالواسطہ ہی سہی۔

اگرچہ امت کے ہر فرد کے لیے دینی فرائض کے علم کا حصول لازم ہے، اور جتنا سیکھا ہو، اسے دوسروں تک پہنچانا بھی اس کی ذمہ داری ہی ہے۔

"فليبلّغ الشاهدُ الغائبَ"(۱)

اس کے باوجود اس حوالے سے اہلِ علم کی ذمہ داریاں ایک عام آدمی سے زیادہ ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے علماء کرام کو انبیاء کرام علیہم السلام کا وارث قرار دیا ہے۔

"العلماء ورثةُ الانبياء"(۲)

اگر یہ وارثین علوم نبوت اپنی ذمہ داریاں کما حقہ ادا کرتے تو شاید صورت حال یہاں تک نہ پہنچتی۔ ان کوتاہیوں کے چند نمایاں پہلو جو سیکولر افکار کے فروغ کا سبب بنے، توجہ کے طالب ہیں۔

اولاً قیام پاکستان کے وقت ہی واضح تھا کہ دنیا بھر میں فروغ پاتے نت نئے فلسفوں اور افکار سے امت مسلمہ نئی نسلوں کو بچانا آسان نہیں ہے۔ اُس وقت پوری دنیا میں سرمایہ داری، اشتراکیت، قومیت اور جمہوریت کی تحریکیں چل رہی تھیں۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ دین وشریعت کی تعلیمات کو ان کی حکمتوں کے ساتھ، نئے محاورے، نئے اسلوب اور نئی قابلِ فہم اصطلاحات کے ساتھ مربوط طور پر پیش کیا جاتا۔ نئے افکار کی حقیقت دین کی روشنی میں سمجھنے، اور اس سے بڑھ کر سمجھانے کی کوشش کی جاتی کیونکہ نسلِ نو ان "جدید" افکار ونظریات کی طرف لپک رہی تھی۔ کمیونزم اس کی مثال ہے کہ مسلم عرب ممالک کے علاوہ خود پاکستان میں ایک وقت میں اس کے اثرات کتنے زیادہ اور کس قدر خطرناک تھے۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ ہمارے طبقۂ علماء کی طرف سے ایسے فتنوں کے سدِباب کی کوششیں بہت کم ہوئیں۔ قدیم وجدید سے واقف بعض صحیح الفکر اہل علم نے اس خلا کو پر کرنے کی کوششیں کیں تو مذہبی حلقے ان کے خلاف یک زبان ہو گئے۔ تکفیر، تضحیک، بے بنیاد الزامات، حتیٰ کہ دشنام تک کا ہدف بنایا۔ خود اس

(۱) بخاری، صحیح بخاری، کتاب الحج، باب الخطبہ ایام منیٰ، حدیث نمبر:۱۷۳۹

(۲) بخاری، صحیح بخاری، کتاب العلم، باب العلم قبل القول والعمل، حدیث نمبر:۷۶

پائے کی مثبت کوشش نہیں کر سکے، اور نہ دوسری کوششوں کو بلا رکاوٹ نتیجہ خیز ہونے دیا۔ اہل علم کے اس منفی کردار نے نوجوانوں کو دین سے برگشتہ کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

دوسرا اہم پہلو مسلکی تعصبات ہیں۔ دین و مذہب کو درپیش شدید ترین خطرات کے باوجود، اہل دین اپنے اس خصوصی ذوق سے جان نہیں چھڑا سکے۔ مدارس کے نظام سے جو لوگ سرسری طور پر بھی باخبر ہیں وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان تعصبات کی بنیادیں ان کے نصابات اور نظام کے اندر ہی موجود ہیں۔ قرآن وحدیث اور سیرت و تاریخ، سب کچھ مزعومہ تصورات اور افکار کے تحت ہی پڑھایا جاتا ہے۔ پورا ماحول بھی اس کے گرد گھومتا ہے۔ نتیجے کے طور پر جو لوگ وہاں سے فارغ التحصیل ہو کر نکلتے ہیں، یہ تعصبات ان کے اندر گندھے ہوتے ہیں اور ان سے جان چھڑانا ان کے لیے ممکن نہیں ہوتا۔ ان علماء کی عمومی گفتگو ہو یا جمعہ و عیدین اور خاص مواقع کے خطابات، مسلکیت اپنے پورے رنگ اور آب و تاب کے ساتھ موجود ہوتی ہے۔ ہماری آبادیاں ملی جلی ہیں، ہر محلے اور مسجد میں ہر مسلک کے لوگ موجود ہوتے ہیں۔ ایسے میں مسجد کے کسی پروگرام یا اہلِ علم کی مجالس میں اس خاص مسلک کے علاوہ لوگوں کی دلچسپی ختم ہو جاتی ہے۔ سنجیدہ لوگ ویسے بھی ایسی بحثوں کو پسند نہیں کرتے۔ نتیجہ یہ کہ آج ہماری بڑی آبادی مسجد، دینی تعلیم اور تذکیر کے مواقع سے محروم ہو گئی ہے اور لادینی افکار کے لیے آسان شکار بن چکی ہے۔

تیسرا اہم معاملہ تعلیمِ دین اور تفہیمِ دین پر توجہ میں کمی ہے۔ زورِ خطابت اور جوشِ خطابت علماء کی پہچان ہے اور وہ اس پر نازاں رہتے ہیں۔ اس ساری مشق کا اصل مقصود گم ہے۔ نبی ﷺ نے بنا کر بولنے اور قافیے ملا کر دعا کرنے کو ناپسند فرمایا تھا۔ قرآن کی تشریح و تفسیر ہو یا حدیث، سیرت اور تاریخ کا بیان ہو، رنگ آمیزی اور مبالغہ آرائی سے اس حد تک لے جایا جاتا ہے کہ اب عامۃ الناس اسے قابلِ عمل ہی نہیں سمجھتے۔ ان کے ذہنوں میں یہ خیال راسخ ہو چکا ہے کہ دین کے تقاضے صرف چند لوگ ہی پورے کر سکتے ہیں اور یہ صرف انھیں کو کرنے چاہیں۔ یا قرون اولیٰ کے لوگ ہی "فوق الانسان" تھے جو اس پر عمل کر گئے۔ دین آج کی تیز رفتار دنیا کا ساتھ نہیں نبھا سکتا۔ ضرورت تو اس بات کی تھی کہ

- سادہ زبان میں عقائد سمجھائے جاتے جو دینی زندگی کی اساس ہیں کیونکہ آج معاشرتی اور معاشی دباؤ بڑھ رہا ہے، مایوسی اور خودکشی کا رجحان بڑھ رہا ہے اور ڈیپریشن میں اضافہ ہو رہا ہے۔ نفسیاتی امراض بڑھتے جا رہے ہیں۔ ان حالات میں مضبوط عقائد انسان کی دستگیری کرتے ہیں۔ آج دنیا کی مضبوط ترین معیشت والی ریاستوں میں بھی خودکشی کی شرح بلند ترین ہے اور وجہ روحانی ناآسودگی ہے۔
- نبی اکرم ﷺ کی زندگی بطور نمونہ حسنِ عمل دکھائی جاتی۔ سادہ زندگی، سادہ تر معاشرت، حسن بندگی اور حسن عمل کا نمونہ۔ واضح کیا جاتا ہے کہ یہ قرآن پر عمل کی مثالی زندگی ہے۔ اور ہر انسان کے لیے اس کا اختیار کرنا واجب بھی ہے اور آسان بھی۔ آسانی کی یہ تعلیم دین اسلام اور نبی اُمی ﷺ کا طرہ امتیاز ہے

"ویضع عنهم اصرهم والا غلل التی کانت علیهم"(۱)

- عبادات کی حکمتیں سمجھائی جاتیں۔ دیگر مذاہب سے ان کا تقابل، امتیازی پہلو، سہولتیں، رخصتیں وغیرہ، تاکہ زندگی میں دینی رنگ جھلکے۔ اس حوالے سے نبی ﷺ کے دور کی طرح بچوں کی غیر معمولی آؤ بھگت کی ضرورت ہے۔
- عالم گیر اخلاقی بحران میں نئی نسلوں کے اخلاق و کردار کی حفاظت کے لیے غض بصر، حیاء کے احکام، خاندانی اور زندگی کے ہر سطح کے باہمی تعلقات میں حقوق و فرائض کی پاسداری کا احساس پیدا کرنے کی کوشش کرتے تاکہ اسلامی معاشرہ اندرونی طور پر مستحکم ہو اور بیرونی ریشہ دوانیوں کے خلاف خود دفاع کر سکے۔

چوتھا اہم پہلو نبی کریم ﷺ کا خصوصی فرمان ہے کہ:

"حدّثو االناس بما یعرفون"(۲)

کیا بات صرف اہل علم میں کی جانی چاہیے اور عامۃ الناس میں کیا کہنا ہے، ہمارے علماء اس اہم ترین حکمت کو ملحوظ نہیں رکھتے۔ نتیجہ یہ کہ لا حاصل بحثیں عوام کی سطح پر آچکی ہیں، جن میں وہ اپنی جہالت سے مزید مسائل پیدا کرتے ہیں۔ ٹی وی اور اخبارات کی سطح پر پبلک میں نازک دینی اور قانونی مسائل پر غیر محتاط گفتگو اور بحثیں دیکھی جاسکتی ہیں۔

آخری اور اہم ترین سبب اہلِ دین سے دوری کا، وہ علماء بھی ہیں جو حکمرانوں کے حاشیہ نشین بن گئے۔ عہدوں کی حرص میں انھوں نے اپنے آپ کو دنیاداروں سے بڑھ کر دکھایا۔ اگر کوئی انتظامی سیاسی یا مناصب حاصل کیے، وہاں عام طور پر کوئی قابل ذکر اور مثالی کارکردگی نہیں دکھا سکے۔ ایسے علماء مخلص اور بے لوث اہلِ دین کے ساتھ، دین کی بدنامی کا باعث بھی بنے۔ لوگوں میں عمومی تاثر بن گیا کہ دین، دینا کی زندگی اور ملکی انتظام میں کوئی کردار ادا کر سکتا ہے نہ اہل دین اس قابل ہیں کہ دنیاوی معاملات میں ان سے مشاورت کی جائے، یا یہ امور انھیں سونپے جائیں۔

خلاصہ بحث

اہل پاکستان کے لیے یہ بڑی تشویشناک صورت حال ہے کہ چھیانوے فی صد مسلم اکثریت کے اس ملک میں سیکولر رجحانات روز افزوں ہیں۔ ماضی میں ایسے افراد اور گروہ اپنی سیکولر شناخت کو چھپا کر کام کرنے پر مجبور تھے آج بڑی جرأت سے فعالیت کا مظاہرہ کر رہے ہیں اور صرف بالائی طبقات کی نہیں، بلکہ مڈل کلاس پاکستانیوں کی نئی نسلیں

(۱) سورۃ الاعراف: ۱۵۷

(۲) بخاری، صحیح بخاری، کتاب العلم، باب من خص بالعلم قوماً دون قوم، حدیث نمبر: ۱۲۷

بھی تیزی سے ان گمراہ کن افکار کا شکار ہو رہی ہیں۔ اگرچہ سیکولرائزیشن کا یہ عمل ہمہ جہت ہے لیکن اس مقالے میں صرف تین اسباب کے حوالے سے معروضات پیش کی گئی ہیں۔۔۔ پہلا اہم سبب یہ کہ حکومتی سطح پر آج تک کوئی ایسا اہتمام نہیں کیا گیا کہ اسلام کے نظامِ حیات کے نفاذ کی سنجیدہ کوششیں ہوتی اور شریعتِ اسلامیہ کی برکات سے باشندگان ملک مستفید ہوتے اور دنیا بھر کے لیے وطن عزیز اسلامی قانون پر عمل کے حوالے سے قابلِ رشک مثال بنتا۔ تعلیمی نظام اور ان تعلیمی اداروں کے حوالے سے بھی حکومتی تساہل افسوسناک ہے جنھیں اب اہلِ پاکستان عام طور پر "سیکولرازم کی نرسریاں" کہتے ہیں۔ المیہ یہ بھی ہے کہ ہمارے اہل علم اور اہل دین اس چیلنج کا ادراک اور سدِّ باب نہیں کر سکے۔ اس حوالے سے چند سفارشات پیش نظر ہیں:

- ہر شعبۂ زندگی سے اہلِ علم کو جمع کیا جائے ایک موثر تھنک ٹینک یا فورم تشکیل دیا جائے جو ایک طرف تو سیکولرازم کے فکری مغالطوں کا علمی سطح پر محاکمہ کرے اور دوسری طرف کی سیکولر سرگرمیوں کے خلاف کے لیے پریشر گروپ بنے۔ خواتین کی این جی اوز پاکستان میں اسی طرح اپنے کام کو آگے بڑھا رہی ہیں۔
- مفسدانہ الحادی افکار کی اشاعت میں مصروف افراد، اداروں اور تنظیموں سے عامۃ الناس کو پرنٹ، الیکٹرانک اور سوشل میڈیا پر آگہی دی جائے اور الحاد کے خطرات سے آگاہ کیا جائے۔
- علمائے کرام اور جامعات وکلیات کے اساتذہ مشترکہ طور پر نئے مسائل اور موضوعات پر دینی نقطۂ نظر کی وضاحت کے لیے بڑے پیمانے پر نوجوانوں کے لیے پروگرام منعقد کریں۔
- مسجد کے ادارے کو معاشرتی سرگرمیوں کا محور و مرکز بنایا جائے، مثلاً نکاح سماجی تقریبات اور مقامی سطح کے اہم معاملات پر مشاورتی اجلاس وغیرہ، جیسا کہ مغرب میں مسلمانوں کے مثبت تجربات ہیں۔ اس سے نوجوان نسل کی مسجد سے دوری ختم ہوگی اور دینی اقدار کو فروغ ملے گا۔ ان شاء اللہ